نظرات

خواتین اسلام

(۴)

کہتے ہیں عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے، یہ کہنا اس اعتبار سے تو بالکل درست ہے کہ عورتیں اسلحہ اٹھا کر جنگ میں شریک ہونے کی مکلف نہیں ہیں کیونکہ یہ فعل ان کی نسائیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ لیکن یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ عورتیں جہاد میں شرکت سے مطلقاً مستثنیٰ ہیں، اسلام کے جو احکام مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مشترک ہیں، قرآن مجید میں ان کا ذکر ہمیشہ صیغۂ مذکر سے کیا گیا ہے، مثلاً یاایہا الذین آمنوا آمنوا اور کتب علیکم الصیام اسی طرح جہاد کے احکام میں جو آیات ہیں اگرچہ حسب معمول ان میں صیغے اور ضمائر مذکر کے ہیں، مگر یہ احکام سب بالغ اور عاقل و تندرست مردوں اور عورتوں کے لئے فرض کفایہ کا حکم رکھتے ہیں، اور ان میں صرف ایک کام جنگ کرنے اور شمشیر زنی کا نہیں ہوتا بلکہ اور بھی بہت سے کام کرنے کے ہوتے ہیں، اور جہاد میں شریک ہونے والے ان کاموں کو اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، یہی حال خواتین اسلام کا ہے وہ جہاد میں شریک ہونے کی مکلف ہیں لیکن خدمت وہی انجام دیں گی جس کی ان میں فطری استعداد اور صلاحیت ہوگی، اس بنا پر جو خواتین مجاہدین کے خورونوش کا انتظام کر رہی ہیں، ان کے لئے کپڑے سی رہیں اور جنگ کی وردیاں تیار کر رہی ہیں وہ بھی جہاد کے ثواب کی مستحق ہوں گی، غزوۂ بدر میں حضرت عثمان اپنی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہ کی شدید علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے تھے لیکن جہاد کے انتظامات میں سے یہ بھی ایک انتظام تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حصہ حضرت عثمان

کو بھی دلوایا، یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہمارا سماج جس پر عجمی اثرات غالب ہیں اور جس کی وجہ سے اخلاق جلالی کے مصنف نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ عورتوں کو پڑھنا اس قدر تو سکھانا چاہیئے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں لیکن لکھنا بالکل نہ سکھانا چاہیئے، ورنہ وہ معاشقہ کریں گی، اس غلیظ اور گندے سماج نے عورت اور مرد دونوں کے لیئے الگ الگ، درون خانہ اور بیرون خانہ کے دو میدانہائے عمل کا جو تصور پیدا کیا ہے وہ کس درجہ غلط اور غیر اسلامی ہے۔

اسلام سے پہلے عہد جاہلیت میں عرب مرد اور عورت دونوں میں تفریق و امتیاز کرتے تھے، لڑکے کی پیدائش ان کے لیئے موجب مسرت و شادمانی تھی اور لڑکی کی ولادت باعث ننگ و عار اور سبب حسرت و پشیمانی، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

ثقتان مالهما ثالث موت البنين وحياة البنات

یعنی دنیا میں مصیبتیں صرف دو ہیں، ایک بیٹوں کا مرجانا اور دوسری بیٹیوں کا زندہ رہنا، اور ان میں جو زیادہ اونچی ناک والے تھے وہ بچیوں کو زندہ درگور کر بھی دیتے تھے، کلام الٰہی نے ان درندہ صفت انسانوں کو اس طرح لتاڑا کہ سورۂ تکویر میں روز قیامت کی جہاں اور ہولناکیاں بیان کی ہیں وہاں اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ اس روز زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا: بیٹی! تو آخر کس جرم کی پاداش میں قتل کر دی گئی تھی، پھر عربوں کی عام ذہنیت، جو بدقسمتی سے اب تک ان مسلمانوں کی ہے جو گھر میں بیٹی کی ولادت کو اپنے اوپر کورٹ کی طرف سے ڈگری ہو جانا باور کرتے ہیں، اس کی سخت مذمت اس طرح ظاہر کی گئی کہ ارشاد ہوا: واذا بشر احدکم بالانثیٰ الآیۃ اگر کسی لڑکی کے پیدا ہونے کی خوشخبری تم میں سے کسی کو دی جاتی ہے تو شدت غیض و غضب کے مارے اس شخص کا چہرہ کالا بھٹ ہو جاتا ہے،

اور اب اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ کیا کرے ؟ آیا وہ اس بچی کو زندہ رہنے دے اور ذلت و خواری اٹھائے یا وہ اس کو زندہ درگور کردے ۔

میری ایک ہی حقیقی بہن تھی مقبول فاطمہ نام ، نہایت ذہین و طباع ، اردو زبان کی ادیب و شاعرہ ، ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوگیا ، ایک دن تلاوتِ قرآن کے بعد مجھ سے بولی : بھیا ! مجھ کو قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں کے نزدیک بھی بیٹا بیٹی سے بہتر ہوتا ہے ، میں نے پوچھا : وہ کیسے ؟ اُس نے جواب دیا : دیکھئے ، مشرکین عرب کہتے تھے کہ "فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں" اللہ نے اس کے رد میں فرمایا : الکم الذکر ولہ الانثیٰ " کیا خوب ! لڑکے لڑکے اپنے لئے اور لڑکیاں لڑکیاں خدا کے لئے " میں نے جواب دیا : اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ایک الزامی جواب کی حیثیت رکھتا ہے ، مطلب یہ ہے کہ بیٹیاں جو تمہارے زعم باطل میں گھٹیا درجہ کی چیز ہیں وہ تو تم اللہ کے لئے ثابت کرتے ہو ، اس کے معنی یہ نہیں کہ بیٹیاں درحقیقت ہیں بھی ایسی ہی ! پھر میں نے مزید کہا : ہاں بہن ! یہ بھی تو سوچو کہ بیٹیاں اگر اللہ میاں کے نزدیک بیٹوں کے مقابلہ میں کم تر ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کبھی نمبر ۲ کی چیز اپنے حبیب پاک کو عطا نہ فرماتا اور آپ کی نسل بیٹی (حضرت فاطمہ زہرا) کے ذریعہ ہی باقی نہ رکھتا ۔ بہر حال اللہ کی نگاہ میں لڑکا اور لڑکی دونوں میں کوئی فرق ہرگز نہیں ہے ، البتہ صنفی خصوصیات کی بنا پر بعض احکام میں عورتوں اور مردوں میں

فرق ہے۔

عورتوں کے متعلق کثرت سے ایسی احادیث بھی مسلمانوں میں مشہور ہیں جن سے عورت کی تنقیص نکلتی ہے، یہ روایتیں محدثین کے نزدیک من گھڑت اور موضوع ہیں، اور علامہ ابن جوزی، ملاعلی قاری اور محمد طاہر غلنی نے موضوعات پر اپنی کتابوں میں ان احادیث پر سخت تنقید اور جرح کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ روایات موضوع اور ناقابل قبول ہیں، ان سب روایات کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے، نمونہ کے طور پر صرف ایک روایت لیجئے: کہا گیا ہے کہ عورتیں دین اور عقل دونوں کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں اور ان سے مشورہ مت کرو، ملاعلی القاری الہروی (م ۱۰۱۴ھ) نے ایک کتاب المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع کے نام سے لکھی ہے جس کو عہد حاضر کے بلند پایہ عالم اور محدث شیخ ابوالفتح ابوغدہ بڑی محنت اور تحقیق سے اڈٹ کیا اور چھاپا ہے، اس کتاب میں مذکورۂ بالا روایت پر مفصل کلام کر کے اسے موضوع ثابت کیا ہے، شیخ ابوالفتح ابوغدہ اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ص ۸۵) "روایت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں (۱) ایک یہ کہ عورتیں دین میں ناقص ہیں اور (۲) دوسری یہ کہ یہ کم عقل ہیں، اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، پہلی بات اس لئے غلط ہے کہ عورتوں کے ناقص فی الدین ہونے کی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ماہواری ایام میں نماز نہیں پڑھتیں، ہمارا جواب یہ ہے کہ عورتیں شریعت کے حکم سے جب ایسا کرتی ہیں تو پھر ان کا دین ناقص کیسے ہوا! رہی دوسری بات تو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ازواج مطہرات سے مشورہ لیتے تھے، اگر عورتیں کم عقل ہوتیں اور اس لئے ان سے مشورہ کرنا ممنوع ہوتا تو حضور مشورہ کیوں لیتے۔

پچھلے دنوں برادر محترم مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کی حالت بڑی خطرناک اور تشویش انگیز ہوگئی تھی، ان کو فوراً آل انڈیا مڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں داخل کیا گیا، وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی کی خاص توجہ اور دلچسپی اور کانگرس (آئی) کے جوائنٹ سکریٹری جناب اشتیاق عابدی کی ہمدردی اور دلسوزی کے باعث بہتر سے بہتر علاج کیا گیا اور ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی گئیں، اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ خطرہ کی وہ حالت اب ختم ہوگئی ہے اور مفتی صاحب گھر آگئے ہیں۔ اصل مرض فالج کا باقی ہے، قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی صحت عطا فرمائے۔